اپریل 2023ء

ماہنامہ

سبقِ پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کُرّہ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔
2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تاکہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔
3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔
4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (B - 4 / 29) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغُ

مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ''سبق پھر پڑھ'' کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرون پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبقِ پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:31 شمارہ 03 رمضان 1444ھ اپریل 2023ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: پاکستان کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل اور ان کا حل 04
☆ ہماری مشکلات اور ان کا حل 10
☆ جب اسلام کو مقامِ قیادت سے ہٹا دیا گیا 20
☆ اقبال کا خواب کب تعبیر پائے گا؟ 23

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

سہ ماہی پروگرام

پاکستان کے معاشی' معاشرتی اور سیاسی مسائل اور ان کا حل

اداریہ / ڈاکٹر نجم الدین

مورخہ 19 فروری 2023 بروز اتوار کو درج بالا عنوان پر تحریکِ عظمتِ اسلام پاکستان کے تحت پروگرام منعقد ہوا جس میں معاشرے کے تمام طبقات کے افراد نے بھرپور شرکت فرمائی۔ جس میں معزز مہمان مقررین سید محمد مقبول شاہ صاحب امیر سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک انگریز کے نظام کی جگہ اسلام کا نظام نافذ نہیں ہوتا اس وقت تک پاکستان کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔

جناب محمد ارشاد سابق ڈپٹی اٹارنی جنرل پاکستان نے فرمایا کہ ہمارا پاکستان کا آئین اسلامی نہیں ہے۔ جب تک آئین اسلامی نہیں ہوگا اس وقت تک ہمارے مسائل حل نہیں ہوسکتے۔

حاضرین سے سیکرٹری جنرل تحریکِ عظمتِ اسلام پاکستان ڈاکٹر محمد نعیم خان اور راجہ عاشق شعبان صاحب امیر صوبہ پنجاب نے بھی خطاب فرمایا۔

تحریکِ عظمتِ اسلام پاکستان کے امیر ڈاکٹر نجم الدین صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے جملہ معاشی' معاشرتی اور سیاسی مسائل اور ان کا حل بڑی تفصیل سے بیان کیا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

پاکستان کے مسائل ہیں کیا؟

1- بدامنی......دہشت گردی......قتل عام......ماورائے عدالت لوگوں کا اغواء۔

2- لاقانونیت......جنگل کا قانون

3- ذہنی انتشار......مختلف النوع کی فرقہ بندی......

ا۔ سیاسی فرقہ پرستی

ب۔ مذہبی فرقہ واریت

ج۔ علاقائی تعصب

د۔ صوبائی عصبیت

ر۔ قومیتی/ برادری ازم

4- غلامانہ ذہنیت......صدیوں کی غلامی کا نتیجہ

ا۔ انگریز کی غلامی

ب۔ انگریز کے پالتو جاگیرداروں کی غلامی

5- معاشرے میں طبقاتی تقسیم

ا۔ انگریز کا پیدا کردہ جاگیرداراور سرمایہ دار

ب۔ متوسط طبقہ......عموماً ملازم پیشہ اور چھوٹا کسان

ج۔ غریب عوام......مزدور

د۔ محنت کش طبقہ

6- غربت......عوام کی اکثریت بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم ہے

7- کرپشن......معاشرتی ناسور بن چکی ہے۔رشوت‘ تاوان

8- فحاشی و بے حیائی کا دوردورہ ہے۔نوجوان نسل تباہ ہوگئی ہے

9- عدل وقسط کا قتل عام ہے

10- انگریز کے نظام کا تسلط ہے۔دینِ باطل (جمہوریت) مسلط ہے

ہم غلام ہی تو ہیں......

غلامی زنجیریں توڑ دو

پاکستان کے مسائل اور تباہی کے اسباب

1- ترکِ قرآن......تلاوتِ قرآن کے حق کے تقاضے پورے کرنے چھوڑ دیے ہیں

ا۔ قرآن کو آئینِ ملک (زندگی) بنانے کی بجائے محض ایصال اور حصولِ ثواب کے لئے پڑھتے ہیں۔

ب۔ بحیثیت مسلم قرآن مجید پر غور و فکر اور تدبر کرنا چھوڑ دیا ہے۔(قومی نصاب تعلیم نہیں بنایا)۔

ج۔ اپنی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔(قومی معاشی، معاشرتی اور سیاسی معاملاتِ زندگی سے قرآن کو نکال دیا ہے)۔

د۔ دعوت و تبلیغ کا کام چھوڑ دیا۔(قوم کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت، ورکشاپس، ذہن سازی قرآن و حدیث سے کرنا چھوڑ دی ہے)۔

ر۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کو بطور آئینِ ملک بنانے (قیامِ دین وخلافت) کی بجائے ہم غیر اسلامی آئین (دینِ جمہوریت) نافذ کئے ہوئے ہیں۔

۲۔ میکالے کا نظامِ تعلیم...... قرآن و حدیث کے نظامِ تعلیم (نصاب) کی بجائے میکالے کا نصابِ تعلیم ملک میں چل رہا ہے جس وجہ سے ہماری نوجوان نسل غیر اسلامی نظریات کی پیداوار، اخلاق فاضلہ سے محروم اور اخلاقِ رذیلہ میں مبتلا ہو چکی ہے۔ جو قرآن مجید اور اسلام کے تقاضوں کو سمجھنے ہی سے قاصر ہے۔

۳۔ دینِ جمہوریت...... انگریز کے دیے جمہوری نظامِ باطل نے ہمیں (قوم کو) اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی بیماریوں (خرابیوں) میں بری طرح جکڑ رکھا ہے۔ کرپٹ نظامِ باطل کی وجہ سے ملک میں عیسائی کیکاؤس اور ہندو بھگوان داس تو چیف جسٹس بن سکتا ہے، لیکن کوئی حافظِ قرآن مسلم جج بھی نہیں بن سکتا۔ اور الیکشن کے فراڈ نظام کی وجہ سے 75 سال سے کرپٹ (جاگیردار و سرمایہ دار) لوگ کبھی سلیکٹڈ اور کبھی امپورٹڈ حکمران بن کر ملک پر مسلط ہوتے

ہیں۔جن کی وجہ سے ملک میں کرپشن کا دور دورہ ہے' فحاشی سرِ عام پھیل رہی ہے' سودی کاروبار قانوناً پھیل رہا ہے' قانون وانصاف کا سرِ عام قتل ہورہا ہے۔رشوت وکرپشن کی وجہ سے پاکستان نہیں ملک مسائلستان بن کے رہ گیا ہے اور قوم بدترین غلامی کے دور کے عذاب سے گزر رہی ہے' جب کہ عوام الناس انگریز کے قانون کی وجہ سے بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم ہیں۔

۴۔ فرقہ بندی...... درج بالا کرپٹ و باطل نظامِ جمہوریت اور میکالے کے کالے نصاب تعلیم کے مسلط ہونے اور قرآنِ مجید کو چھوڑنے کی وجہ سے قوم مذہبی' سیاسی' لسانی' گروہی' علاقائی اور ملکی بدترین فرقہ بندی میں مبتلا ہوگئی ہے' دینِ اسلام اور کلمہ طیبہ کی بنیاد پر امتِ مسلمہ بننے کے تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔میڈیا کے غیر اسلامی پروپیگنڈا اور سیاسی ومذہبی راہنماؤں کے انتشار وخلفشار نے نوجوان نسل کو بدترین ذہنی انتشار وافتراق میں مبتلا کیا ہوا ہے۔

۵۔ میڈیا......جس میں پرنٹ' الیکٹرانک' ٹی وی' وی سی آر' انٹرنیٹ' فیس بک' کیبل' یوٹیوب' کمپیوٹر اور موبائل وغیرہ نے ہماری پوری قوم کو اور خاص طور پر نوجوان نسل کو غیر مسلم مغربی کلچر اور ہندوانہ تہذیب وثقافت کے ذریعے عملی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ کردیا ہے۔اور پھر مزید یہ کہ مذہبی اور سیاسی قیادت نے دینِ باطل (جمہوریت) کو اسلامی جمہوریت کے پردے میں پیش کرکے نوجوان نسل کے ذہنوں سے نظامِ باطل اور نظامِ حق (اسلام) کے امتیاز کو ختم کردیا ہے۔جس کے بے بنیاد غلط پروپیگنڈا کی وجہ سے نئی نسل نظامِ اسلام (خلافت) کے بارے میں غلط قسم کے تحفظات کا شکار ہے۔

۶۔ ان تمام خرابیوں کی ذمہ دار وہ نام نہاد مسلم حکومتیں (جاگیردار غلام حکمران) ہیں جو نام تو اسلام کا استعمال کرتے ہوئے جاہل قوم کے جعلی ووٹ خرید کر حکمران تو قوم کے بنتے ہیں' لیکن دشمن کے آلہ کار بن کر کھیل اس کا کھیلتے ہیں۔دشمن کے مفادات کی خاطر اپنی قوم کے لوگوں اور مفادات کو قربان کردیتے ہیں۔

۷۔یاد رہے کہ 11 ستمبر 2001ء کو چھیڑی گئی جنگ کو ایسے فریب اور دھوکہ سے

شروع کیا گیا کہ نام نہاد مسلم (غلام حکمرانوں) کو مسلم لوگوں کے خلاف استعمال کیا گیا' جب کہ درحقیقت وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہی صلیبی (بقول بش) جنگ تھی اور ہے۔اس میں مسلمانوں کو دہشت گرد اور جہاد کو میڈیا کے ذریعے دہشت گردی بنا دیا گیا۔جس وجہ سے آج پوری مسلم دنیا انتشار' فرقہ بندی اور تعصب کا شکار اور آپس میں قتل وغارت گری اور خانہ جنگی کے عذاب میں مبتلا ہے۔

پاکستان کے مسائل کا حل؟

(ا) فوری اقدامات (Short Term Objectives)

ا۔ موجودہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف (صلیبی) جنگ سے قوم و ملک کو حکمتِ عملی سے نکالا جائے۔(اب حکمران خود ہی اپنی غلطی تسلیم کر رہے ہیں)۔

۲۔ حکومت اور سیاست دان کو دشمن کا آلہ کار بننے سے حکمتِ عملی سے روکا جائے' تاکہ مزید قتل وغارت اور خانہ جنگی سے بچا جاسکے۔

۳۔ میڈیا کے کردار کو بھی ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے اور بیرونی طاقتوں کا آلہ کار بننے سے روکا جائے۔

۴۔ دینِ جمہوریت کو عوام اور نوجوان نسل کے ذہنوں میں حکمتِ عملی اور مدلل طریقہ سے غیر اسلامی اور دین باطل ثابت کیا جائے۔

۵۔ اداروں کے ماورائے عدالت اقدامات' مخلص اور مسلم علماء حق اور دیگر افراد کی ٹارگٹ کلنگ کو حکمتِ عملی سے روکا جائے۔

۶۔ میڈیا کے مختلف ذرائع کے ذریعے دینِ اسلام (نظامِ خلافت) کے تحفظات کو عوام اور نوجوان نسل کے ذہنوں سے نکالا جائے اور اسے انسانی فلاحی نظام کے

طور پر اجاگر کیا جائے۔قوم کو انگریز کے مسلط کیے دین باطل سے آزاد کروایا جائے۔

(ب) لمبی مدت کے اقدامات (Long Term Objectives)

۱۔ عصری تعلیم کے ساتھ قرآن و حدیث کو بھی شامل کیا جائے تاکہ نوجوان نسل کی اسلامی اخلاق حسنہ (فاضلہ) کے مطابق ذہن سازی ہو سکے۔

۲۔ نصابِ تعلیم میں سے غیر اخلاقی، مغربی تہذیب و کلچر اور ہندووانہ ثقافت کو نکالا جائے تاکہ اخلاقِ سیئۃ (رذیلہ) سے نسل نو کو پاک کیا جا سکے۔

۳۔ قرآنِ مجید کی بنیادی اصطلاحات کو صحیح تعبیر و تشریح سے نوجوان نسل کو روشناس کرایا جائے۔

۴۔ نسلِ نو کو نظامِ باطل (جمہوریت، اشتراکیت) اور نظامِ حق (اسلام) کے امتیاز سے روشناس کرایا جائے اور نظامِ حق (خلافت) کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور بتایا جائے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی اس نظام کے ذریعے ہے۔

۵۔ تمام مسلم عوام کو اور خاص طور پر مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کو کلمہ طیبہ کی دعوت کے تحت قرآن کی رسی پر اکٹھا کیا جائے۔انہیں باور کرایا جائے کہ فرقہ بندی ''شرک'' ہے جس کی سزا دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں جہنم ہے۔

۶۔ پھر میڈیا کے مختلف ذرائع کے ذریعے عوام الناس کا ذہن اسلام کی دی ہوئی اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی تعلیمات و اقدار کے مطابق تیار کیا جائے۔

۷۔ پھر امتِ مسلمہ یعنی جماعت سازی کر کے نظامِ اسلام (قرآن آئین، خلافت) کو قائم کرنے کی کوشش و محنت کی جائے تاکہ دنیا میں عوام الناس کو بنیادی انسانی حقوق نصیب ہو جائیں، امن و امان قائم ہو جائے اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچا جا سکے۔

خلافت' ہمارے جملہ مسائل کا حل

(یہ تحریر چودھری رحمت علی مرحوم' بابائے خلافت' کی تصنیف کردہ کتاب ''خلافت' ہمارے جملہ مسائل کا حل'' سے لی گئی ہے۔ کتاب چونکہ تقریباً 125 صفحات پر مشتمل ہے اور ایک انتہائی قیمتی تحریر ہے لہٰذا اس کو مرحلہ وار ماہنامہ ''سبق پھر پڑھ'' میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو قسط نمبر 9)

ہماری مشکلات اور ان کا حل

باب پنجم...... چودھری رحمت علی مرحوم

فاسد خون کی روانی:

جسم میں دل اگر فاسد خون بھیجنا شروع کر دے تو جلد ہی بیماریوں کا ظہور ضروری ہو جاتا ہے۔ علاج بھی واضح کہ دل کی اصلاح ہوتا کہ وہ فاسد خون کی بجائے پاکیزہ خون کی روانی کا باعث بنے۔ لیکن اگر کوئی پگلا دل کے بگاڑ کا تو کوئی مداوا نہ کرے لیکن ٹانگ اور بازوؤں وغیرہ کے پھوڑوں کی مرہم پٹی کرتا رہے تو کیا خیال ہے کبھی اس کی جلد ٹھیک ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ ہو گا اگر تو یہ کہ جسم مزید غلیظ و سقیم ہوتا جائے گا اور صورت حال وہی ہو گی کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ پھر جیسے کہ کوئی اگر ایک اللہ کو نہ مانے تو بیسیوں دوسروں کو مانے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بقول اقبالؒ:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگر دنیا کی قیادت صالح ہاتھوں میں نہ ہو گی تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو گا کہ دنیا سے قیادت ویسے ہی نابود ہو جائے گی۔ قیادت بہرطور قائم رہے گی۔ ہاں صالح ہاتھوں کی بجائے اللہ

کے باغیوں کے ہتھے چڑھ جائے گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح دل اگر پاکیزہ خون نہیں بھیجے گا تو فاسد خون بہر صورت رواں دواں رہے گا۔ آج کی دنیا ایسے ہی حادثہ سے دو چار ہے۔ یعنی مسلمانوں کی نااہلی سے اگر قیادت کا مرکز مدینہ وکوفہ نہ رہا تو ماسکو اور واشنگٹن وغیرہ کے بھولے بسرے انسان دنیا کی قیادت پر قابض ہو گئے۔ نتیجہ کے طور پر فاسد تہذیب دنیا کے رگ و ریشہ میں گردش کرنے لگی۔ انسانوں نے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین اپنے جیسے انسانوں پر مسلط کر دیئے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا اصول دنیا کا قانون بن گیا۔ کیا ایسے ہی قانون کا دور دورہ نہیں آج کی دنیا میں؟ بتایا جائے اس ''ویٹو پاور" کا اور کیا مطلب ہے؟ دنیا میں یہ دوہرے معیار کا رونا کیوں؟ دنیا کے امن کو کن طاقتوں نے داؤ پر لگا رکھا ہے؟ نیوکلیائی ہتھیاروں کے انبار کن کے کچھاروں میں ہیں؟ بحر و بر میں کس کے بیڑے دندناتے پھرتے ہیں؟ ربِ کعبہ کی زمین پر کس نے خوف و ہراس کی پرچھائیں ڈال رکھی ہیں؟ دنیا کی وافر آبادی کو کس نے قرضوں کے پھندے میں جکڑ رکھا ہے؟ دھاندلی، استحصال، مکر و فریب کے جال کس نے بچھا رکھے ہیں؟ دھونس، دھمکی، دباؤ کس کا طریقہ واردات ہے؟ ان ظالموں نے تو سمندروں میں آگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔ کیا یہ وہی صورت حال نہیں ہے جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم:۴۱)

''خشکی وتری میں فساد برپا ہو گیا۔ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے''

دنیا میں یہ فاسد نظریات کی ریل پیل کیوں ہوئی؟ عریانی و فحاشی کا سیلاب کیوں آیا؟ آقا و بندہ راعی اور رعایا اور سرمایہ و محنت کے تعلقات میں یہ عدم توازن کیوں آیا؟ صرف اور صرف دنیا سے خلیفہ و خلافت کی عدم موجودگی سے یعنی وہ صورت حال پیدا ہونے سے جسے پنجابی کی ایک کہاوت یوں کہتی ہے کہ ''لگیاں مسیتاں تے امام گالڑ'' دنیا میں خلافت آج قائم ہو جائے۔ کل والا سورج اس دنیا پر نمودار ہو جس میں یہ سب قباحتیں، بے اعتدالیاں اور الٹ پلٹ قصہ پارینہ بن جائیں۔ ایسا کیوں ہو؟ اس لئے کہ بقول امام بصریؒ ''انصاف پسند امیر (خلیفہ) کو دنیا میں وہی

حیثیت حاصل ہے جو دل کو جسمانی اعضاء میں۔ اگر دل کی حالت درست ہے تو جسمانی اعضاء صحیح وسلامت اور اگر دل میں فساد پیدا ہو جائے تو سب اعضاء کا بگڑنا لازمی ہے۔''

مایوسی و مرعوبیت:

آج کے مسلمانوں کا ایک اور بڑا مسئلہ مرعوبیت و مایوسی کا شکار ہونا ہے۔ خلیفہ وخلافت کی کہانی کو تو ''کارے مشکل'' سمجھ کر سب اس سے دست بردار ہو گئے۔ اکثر و بیشتر کیپٹل ازم اور کمیونزم کے زیر سایہ رہنے میں عافیت ڈھونڈے ہوئے ہیں۔ اسلام کی شاہراہ شفاف کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر پڑ کر اور بالآخر غیر فطری دلدلوں میں پھنس کر منزل ہی سے ناامید ہو گئے۔ عام مسلمان کی سوچ تو در کنار آج کے اکثر و بیشتر صلحائے امت خلافت کی بحالی سے دستبردار نہیں تو چشم پوشی کے ضرور شکار ہیں۔ بے توفیقی نے بڑے کام کرنے کی ہمت وسعادت چھین لی تو اپنی اپنی دکان چمکانے، اپنا اپنا جھنڈا گاڑنے اور اپنے اپنے شملے کو بلند کرنے کی بے روح و بے مقصد فروعات کی دلدل میں پھنس گئے۔ حلوہ مانڈا اڑانے والوں، تعویذ گنڈوں پر گذر بسر کرنے والوں اور بے مقصد مسلکی بحثوں میں الجھنے والوں کو اور یہ تک فرض کر لینے والوں کو ''کہ یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے'' کیسے خوش خبری نصیب ہو کہ ''الا ان نصر اللہ قریب'' قرآن تو نہیں مانتا کہ اللہ کی جنت اتنی سستی ہے۔ ملاحظہ ہو ارشادِ رب کائنات:

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءِ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ، اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ . (البقرۃ:۲۱۴)

''پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا حالانکہ تم پر وہ سب کچھ نہیں گذرا جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گذر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گذریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتی کہ وقت کا رسولؐ اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے''

کہا یہ جاتا ہے کہ اب جب کہ اسلامی دنیا کرۂ ارض کے وسیع و عریض حصہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ لاکھوں طبائع کے لوگ' ہزاروں بولیاں بولنے والے معرض وجود میں آ چکے ہیں۔ وطنیت و قومیت کی دیواریں حائل ہیں' چھوٹے چھوٹے ممالک کو کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا ہے' سب سے بڑھ کر درجنوں سربراہانِ مملکت وجود میں آ چکے ہیں جو باہمی دشمنیوں' تصادم اور ایک دوسرے کو زیر کرنے کی نوبت تک ملوث ہیں تو ان تمام کو پھر سے ایک جھنڈے تلے جمع کرنا اور ''دارالاسلام'' یعنی ان تمام ممالک کو ملا کر ایک عظیم تر اسلامی مملکت کو معرضِ وجود میں لانا ایک مجذوب کی بڑ نہیں تو اور ہے کیا؟ اس بارے میں ہماری ایک ہی چھوٹی سی گزارش ہے کہ کیا آج کے یہ حالات ان حالات سے زیادہ مخدوش ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو واسطہ پڑا تھا؟ آج تو جیسا تیسا بھی ہے اسلام سے دنیا متعارف ہے' دنیا کا کوئی براعظم بلکہ خطہ نہیں جس میں مسلمان موجود نہ ہوں' اسلامی دنیا' جیسی تیسی بھی ہے ایک حقیقت ہے۔ اس کے برعکس کیا اس وقت ''زیرو لیول'' سے کام کا آغاز نہیں ہوا تھا؟ اللہ اور رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی کیا آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ ہی نہ تھیں؟ کیا اس وقت کی دنیا اسلام سے متعارف تھی؟ روئے زمین پر کیا کفر و شرک کے ڈنکے نہیں بج رہے تھے؟ کیا کسی چپہ بھر زمین کو اسلامی دنیا کہا جاتا تھا؟ کیا دنیا میں اکثر و بیشتر جنگل کا قانون رائج نہیں تھا؟ اور تو اور کیا سرزمین عرب متحارب قبائل میں نہ بٹی ہوئی تھی؟ کیا یہود و نصاریٰ ''ہم چو ما دیگرے نیست'' کے زعم باطل میں مبتلا نہ تھے؟ عرب سے باہر قیصر و کسریٰ جیسی سپر طاقتیں کیا دندناتی نہ پھر رہی تھیں؟

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مادی وسائل کی کیا بڑی فراوانی تھی؟ صورتِ حال تو یہ تھی کہ جب اپنوں کے ستائے ہوئے اور اپنے خاندان والوں سے بھگائے ہوئے آپ ﷺ بغرض دعوت و تبلیغ طائف تشریف لے گئے تو یہ تقریباً ساٹھ میل کا سفر آپ نے پیدل طے کیا۔ طائف پہنچ کر جب دعوت دی تو وہاں کے ایک وڈیرے نے جو طنزاً آپ کو جواب دیا وہ یہ کہ ''آپ کے پاس تو سواری کے لئے کوئی گدھا گدھی تک نہیں اور دعویٰ آپ یہ کر رہے ہیں کہ

میں اللہ کا رسول ہوں۔“

ہم پوچھتے ہیں کہ ان دگرگوں مایوس کن اور مخدوش تر حالات میں آپ کبھی مایوسی و مرعوبیت کا شکار ہوئے؟ تاریخ تو بتاتی ہے کہ ان تمام ناموافق و ناسازگار حالات میں آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

جس قدر مخالفتوں، مشقتوں اور مسائل کا ہجوم ہوا، نوا را تلخ ترمی زن چون محمل را گراں بینی کے مصداق آپ اتنی ہی شدت سے سچائی پر ڈٹے رہے۔ کسی ایک لمحے کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی کہ آپ نے کبھی باطل سے مداہنت اور لچک کا رویہ اختیار کیا ہو۔ کرتے بھی کیسے، سچ کو اجاگر اور حق کو قائم کرنا اور اس راہ میں مصیبتوں کے جھکڑوں اور آزمائشوں کی آندھیوں سے ٹکرانا لازم و ملزوم ہیں۔ ہاں اس سلسلے میں دو طمانیتیں البتہ بدرجہ اتم حاصل تھیں۔ ایک تو یہ کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے اور کرنا چاہتے تھے "سچ" بہرحال وہی تھا اور دوسرے کائنات کی حقیقی قوت ان کی ہی پشت پر تھی اور جس کی پشت پر رب کائنات ہو اسے کاہے کا ڈر۔ اس نے تو غالب ہونا ہی ہوتا ہے۔ دیر ہو سکتی ہے، اندھیر ہرگز نہیں۔

ایک بار نہیں کئی دفعہ سردارانِ قریش نے ابو طالب کی وساطت سے آپ کو ڈرانے دھمکانے کی کوششیں کیں، مختلف قسم کے لالچ بھی دیئے، لیکن آپ کا جواب ہمیشہ اس قدر دوٹوک بلکہ دندان شکن کہ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج رکھ دیا جائے اور بائیں ہاتھ پر چاند تو سب کچھ ہیچ اس لئے کہ مجھے تو آخری سانس تک صرف اور صرف اپنے رب کے احکام کو بجالانا ہے۔ اہل مکہ نے آپ کو اپنا بادشاہ اور سردار بنا لینے کی دعوت دی۔ بظاہر اس دعوت میں ایک کشش بھی تھی کہ سربراہ ہونے کی صورت میں وہ معاشرے کو جیسا چاہیں گے ڈھال لیں گے۔ لیکن نبض شناس حق علیہ السلام نے اس آسانیوں اور سہولتوں والے راستے کو ٹھکرا کر تکلیفوں، مصیبتوں اور مشقتوں والے کٹھن راستے پر چلنے کو ترجیح دی۔ کیونکہ یہ برداشت نہیں تھا کہ اسلام اور کفر ایک لمحہ بھی ہاتھ میں ہاتھ ملا کر آگے بڑھیں۔ تکلیفوں، طعن و تشنیع کی کلفتوں، ساتھیوں کی مار پٹائیوں، ہجرتوں، معرکہ

آرائیوں، فاقوں، جانفروشیوں اور قربانیوں والے راستے کو بخوشی قبول کیا کیونکہ حقیقی و خالص حق صرف اسی طور بالا و بلند ہوسکتا تھا۔ جیسے کہ بالآخر ہو کر رہا ہم امت کے ایک ایک فرد سے سوال کرتے ہیں کہ بتایا جائے کہ خلافت کا قیام ایک دینی فرض ہے یا محض طبع آزمائی؟ یہ کوئی (Hobby) نہیں کہ کی جائے یا نہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تو انبیاء و رسل علیہم السلام کی آمد کا مقصد وحید ہے امتِ مسلمہ کے لئے یہ موت و حیات اور سزا و نجات کا موجب ہے۔ احکام اسلامیہ کی اقامت اور امت کا تحفظ اس کے بدوں ممکن ہی نہیں۔ حقیقت میں اس وقت قیام خلافت کے فرض کو بھلا کر اور اس جانب سے سکوت کے مرتکب ہو کر ہم سب مسلمان گناہگارانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ کتاب و سنت کے مطابق دنیا میں عرصہ حیات کا ایک لمحہ بھی خلیفہ کے بغیر نہیں گزرنا چاہئے۔ حتیٰ کہ سابقہ خلیفہ کی تجہیز و تکفین کو ملتوی رکھا جائے گا جب تک کہ نیا خلیفہ نصب نہیں کیا جاتا، خواہ اس میں دو تین دن لگ جائیں۔ اتنے بڑے "سچ" اور "عظیم فرض" سے روگردانی ہی نے تو آج ہمیں ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک رکھا ہے۔ کیا ہم اس سچ کو اس لئے نہ تھامیں کہ حالات سازگار نہیں۔ کتاب ھدیٰ کا تو پہلا سبق ہے ہی یہ کہ ناسازگار حالات میں کام کرنے سے ہی حق کا بول بالا ہوتا ہے۔ حالات کتنے بھی مخدوش ہوں۔ راہِ حق میں اٹھایا ہوا کوئی قدم رائیگاں نہیں جاتا۔ ملاحظہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ، فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ اخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَاكُفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ

(العمران:۱۹۵)

''جواب میں ان کے رب نے فرمایا'' میں تم میں سے کسی کا بھی عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے

لئے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور میں معاف کر دوں گا۔ اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔''

یہ جاننے کے لئے کہ قوی وعزیز رب کیسے ناموافق وناسازگار حالات سے کامیابیاں برآمد کرلیتا ہے ذرا اس موقع کی یاد تازہ کریں۔ ہجرت مکہ سے تقریباً پانچ سال پہلے جب مسلمانوں کا ایک گروہ جس کا مکہ میں جینا دوبھر کر دیا گیا، گھر سے بے گھر بلکہ وطن سے بے وطن ہو کر حبش میں پناہ گزین ہے۔ عین اسی موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند ساتھی بمعہ بال بچے شعب ابی طالب میں محصور ہیں۔ عین اس وقت جو آیات نازل ہوتی ہیں وہ یوں:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ (القمر:۴۵)

''عنقریب یہ جتھہ (یعنی کفار ومشرکین مکہ) شکست کھا جائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیرتے بھاگتے نظر آئیں گے''

اندازہ لگائیں کہ ایسے مخدوش و مایوس کن حالات میں مسلمانوں کو یہ بشارت دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ جن کو اپنی طاقت وسطوت کا بڑا زعم ہے عنقریب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ گیارہ سال بعد یعنی غزوۂ بدر کے موقع پر یہی کچھ ہو کر رہا۔ اس موقع پر کفار جب شکست کھا کر بھاگ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گیا کہ وہ زرہ پہنے آگے بڑھ رہے ہیں اور ساتھ ہی گنگنا رہے ہیں تو اسی آیت کے الفاظ کہ ''**سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ**''

وقت کے اس لمحے سے لے کر جب زبانِ رسالت سے ارشاد ہوا کہ "اے عثمان بن طلحہ، آج تو تو مجھے کعبہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے لیکن ایک وقت وہ ہوگا کہ کعبہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کسی کو چاہوں گا دے دوں گا۔ پھر اس وقت جب ہجرت کے وقت انعام کی خاطر پیچھا کرنے والے سراقہ کو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ آج تو تو ہماری جان کا درپے ہے لیکن ایک وقت ہوگا کہ قیصر کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے، عرصہ گو مختصر لیکن تمام کا تمام اتنا پرفتن اور اتنا کٹھن کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ زیر زمین کبھی صدیوں بعد بھی ایسا ہوگا۔ لیکن تاریخ شاہد

ہے کہ یہ ہوا اور چند سالوں میں ہوا۔ اس لئے کہ حق آ جائے تو باطل کو جانے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ جھوٹ کا ابھار تو ضرور ہوتا ہے لیکن لا نبھ بہر حال سچ کی ہوتی ہے۔ اندریں حالات تھوڑی سی بھی اگر ہم میں مسلمانی ہو تو کیا ہے کوئی گنجائش مرعوب و مایوس ہونے کی؟ وہ آگ نہیں جو جلائے نہ اور وہ پانی پانی نہیں جو بجھائے نہ۔

اپنوں کی مخالفت:

ایک اور گھمبیر مسئلہ بلکہ المیہ جس سے امت مسلمہ اس وقت دوچار ہے وہ ہے اپنوں یعنی مسلمانوں ہی کی طرف سے مخالفت کا تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی کوئی تحریک اصلاح احوالِ امت کے لئے جادہ پیما ہوئی، خصوصاً دو طبقوں سے مقدور بھر اس کی مخالفت کی گئی۔ ایک تو حکمرانوں کی طرف سے اور دوسرے (بصد احترام) علماء کی طرف سے۔ حکمرانوں کی طرف سے مخالفت تو سمجھ میں آتی ہے کیونکہ اصلاح کی کوئی بھی کوشش ہو وہ بالآخر ان کی من مانیوں پر اثر انداز ہوتی ہے اللہ کا قانون تو بے لاگ ہے لیکن بدوں خلافت حکمران اکثر و بیشتر اپنے بنائے ہوئے قوانین' اللہ کے عطا کردہ قوانین سے غلط ملط کیئے رکھتے ہیں بلکہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان ازلی و ابدی قوانین کو اپنے ہاں تیار کردہ عارضی و ناتمام قوانین کے تابع رکھا جائے۔ ظاہر ہے اگر ایک ملک یعنی مسلمان بادشاہ اپنے لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہے اور مسلط ہونے کے تسلسل کو قائم و دائم رکھنے کے لئے ولی عہد تک بنائے رکھتا ہے تو آپ اگر اسے اسلام کی طرف عود کر آنے کی دعوت دیں گے تو وہ ٹھنڈے پیٹوں اسے کیسے برداشت کرے گا؟ اس کے سینے پر تو سانپ لوٹ جائیں گے اگر آپ اسے قرآن و سنت کی طرف پلٹنے اور قیام خلافت کی خاطر سب کچھ تیاگنے کو کہیں گے۔ بلکہ آپ کی ایسی جسارت تو اس کے نزدیک ایک سازش اور شرارت متصور ہوگی۔ وہ تو وہ صبح و شام اس کے گماشتے آپ کو فتنہ انگیز اور دہشت گرد قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ استثناء اگر ممکن ہے تو ایسے حکمرانوں سے جو حکمران ہوتے ہوئے اپنے آپ کو "سید القوم خادمہم" کا مصداق سمجھیں اور ایسے حکمران تو ظاہر ہے خلافت ہی بہم پہنچا سکتی ہے۔

مذہبی رہنماؤں (باستثناء) کی طرف سے مخالفت کا ہونا ایک ٹھوس حقیقت تو ہے ہی لیکن اسے سمجھنا قدرے مشکل۔ ایک مثال لے لیں۔ قرآن لاکھ کہے ''ولا تفرقوا" کہ فرقے نہ بنانا لیکن ان میں

سے اکثر و بیشتر کی یہ روش کہ شیخ القرآن اور مفسر دین متین ہوتے ہوئے اس خدائی آرڈیننس کی تفسیر پڑھاتے بھی جاتے ہیں لیکن اسی لمحے کسی نہ کسی فرقے اور کسی نہ کسی مسلک سے چمٹے بھی ہوتے ہیں۔شاید یہ ریت رسماً چلی آ رہی ہے یا کچھ مفادات ہیں جو اس اظہر من الشمس حکم پر عمل کی راہ میں حائل رہتے ہیں۔دونوں صورتیں اتنی دلفگار اور قبیح ہیں کہ قرآن کریم کی درج ذیل زد میں آتی ہیں۔

يَـٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيراً مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (التوبہ:۳۴)

''اے ایمان والو اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔''

آپ آزما کر دیکھ لیں اب بھی اگر کوئی حق کو لے کر میدان میں اترے تو انہی دونوں طبقات سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا ہوگا۔ پہلے گروہ کے پاس تو تھانے' کچہریاں' مقدمات' حوالات' جیلوں کوڑوں اور پھانسیوں جیسے ان گنت پھندے ہیں جبکہ دوسرے گروہ کے پاس طعن و تشنیع، من مانی تاویلات، استہزا، پھبتیاں، غیظ وغضب اور گالیاں۔

خلافت قائم ہوتی تو ان دونوں گروہوں کو اس طور مخالفت کا موقع ہی نہ ملتا۔حکمران تو ہوتے ہی خلافت الٰہیہ کے نگہبان و امانت دار۔لہذا ان کی مخالفت تو خارج از امکان بلکہ وہ تو کل قیامت کی گرفت سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو خود تنقید کے لئے پیش کرتے۔دوسرے خلافت کی موجودگی میں علماء کرام اور صلحائے امت کا کردار بھی یقیناً مختلف ہوتا اور وہ صورت حال پیدا ہی نہ ہوتی جس سے اس وقت امت دوچار ہے۔

جوڑ توڑ کی سیاست:

ایک اور المیہ جس سے اس وقت تقریباً تقریباً پوری امت دو چار ہے۔وہ ہے جوڑ توڑ کی سیاست کا۔اپنے آپ کو دین کی علمبردار سمجھنے والی جماعتوں میں سے شاذ و نادر ہی کوئی جماعت ہوگی جس نے خود کو دور حاضر کی لادینی سیاست میں ملوث نہ کیا ہو۔ورنہ دین حق کی بیشتر اساسی بنیادوں کو جن کا ذکر باب دوم میں ہوا ایک ایک کر کے منہدم کرنا دینداروں تک کا مشغلہ بن گیا ہے۔خود کو بطور امیدوار پیش کیا

جاتا ہے، چناؤ کے قرآنی معیار اہمیت کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا حتی کہ "ایک فرد" ایک ووٹ" کے درآمدی اور شیطانی طرز انتخابات کو اپنایا جاتا ہے۔ نتیجہ علمبرداریٔ دین کا ہر دعویدار دوران انتخابات وہی لچھن اپناتا ہے جو ایک جاہل اور دین سے تقریباً تقریباً دستبردار امیدوار اختیار کرتا ہے۔ صبح وشام آپ کو ہر گلی کوچے میں ایسے ایسے اشتہارات اور جھنڈوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں اپنی تعریف وتوصیف کے پل بندھے ہوتے ہیں اور دھواں دار تقریروں میں اپنے حریفوں کی ڈھونڈ ڈھانڈ کر بلکہ اکثر و بیشتر گھڑ گھڑ کر خامیوں اور بدخوئیوں کا چرچا کیا جاتا ہے۔ خود خالص سونا ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے جبکہ مخالفین کو سکہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا جاتا ہے۔

اب ایک طرف تو اس پوری کی پوری غیر شرعی اور لادینی مہم میں شمولیت اختیار کی جاتی ہے تو دوسری طرف ان تمام اخلاقی حسنات کی نفی کی جاتی ہے جن کا ذکر قرآن وسنت کے پورے مجموعے میں جگہ بہ جگہ ملتا ہے۔ خصوصاً آپ سورہ حجرات میں بیان کی گئی ابدی و ازلی ہدایات کا موازنہ مروجہ جوڑ توڑ کی سیاست سے کریں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اے کاش! ہم اتنے بے توفیق و بے غیرت ہو گئے کہ قرآن کریم کا کوئی حکم ہمارے لئے کوئی وزن نہیں رکھتا۔ شاید بزعم خویش یہ ٹھانا جاتا ہے کہ اس ایک غلطی کے بعد دوسری نہیں کی جائے گی یا یہ کہ اس غلطی کے نتیجہ میں فلاں فلاں بہتری رونما ہو جائے گی۔ ہر اس شخص سے جو دین کی تھوڑی بہت استعداد رکھتا ہے، مخفی نہیں کہ یہی وہ عظیم شیطانی حربہ ہے جو اکثر و بیشتر گمراہی وگم گشتگی کا باعث بنتا ہے۔ کسے باشد، جب ایک دفعہ ایسی ڈگر پر چل نکلے، شیطان پھر اسے اپنی من مانی کی پگڈنڈیوں پر لئے پھرتا ہے اور یوں دین کی آڑ میں بے دینی ہوتی رہتی ہے۔ تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث درج ذیل نقل کرتے ہیں، یہ موازنہ کرنے کے لئے کہ کہاں دین عدل وقسط اور کہاں موجودہ سیاسی دنگلوں میں ہمارا رویہ و کردار:

"ابو ہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بچو تم بدگمانی سے کیونکہ بدگمانی بڑا جھوٹ ہے اور مت کان لگاؤ کسی کی باتوں پر اور مت ٹوہ لگاتے پھرو اور مت رشک کرو دنیاوی ہتھکنڈوں میں اور مت حسد کرو اور مت بغض رکھو اور مت دشمنی کرو اور ہو جاؤ اللہ کے بندو بھائی بھائی"
(مسلم)

ہوتی خلافت قائم تو کیا پڑتا ہمیں ایسی روش سے واسطہ؟

جب اسلام کو مقامِ قیادت سے ہٹا دیا گیا

......سید قطب شہید

اسلام نے انسانیت کی قیادت کا منصب اس وقت سنبھالا تھا جبکہ پوری دنیا کا نظام فاسد ہو گیا تھا۔ انسان کے لئے زندگی وبال جان بن گئی تھی، قیادت متعفن ہو گئی اور فاسد قیادت اس کے لئے بے پناہ مصائب و آلام کا باعث بن رہی تھی۔ دنیا کی حالت یہ تھی کہ ''خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے' لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے'' (۳۰:۴۱)۔

اسلام نے اس قرآن مجید کو دستور حیات بنا کر دنیا کی قیادت کی ذمہ داری سنبھالی' دنیا کو وہ نیا تصور دیا گیا جو قرآن اور اس کی تعلیمات پر مبنی شریعت نے پیش کیا تھا۔ اس کے نتیجے میں انسانیت کو بالکل ایک نیا جنم ملا جو اس کے طبعی جنم سے زیادہ عظیم تھا۔ قرآن کریم نے انسانیت کو اس کائنات' حیات انسانی' اعلیٰ اقدار اور زندگی کے معاملات کی تنظیم کے لئے ایک جدا تصور دیا۔ پھر اس نے اس تصورِ حیات کے مطابق ایک معاشرہ عملاً قائم بھی کر دیا۔ قرآن مجید کے پیدا کردہ اس معاشرے سے قبل' انسانیت کے لئے محض خیالی اور ایسے مجرد معاشرت کا تصور تک ممکن نہ تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت متقاضی نہ ہوتی اور وہ عملاً اس معاشرے کو قائم نہ کر دیتا تو انسانیت کے لئے ایسے بلند و برتر' حسین و جمیل' سہل و سادہ' مثبت و حقیقت پسندانہ اور متوازن و متناسب معاشرے کا تصور تک کرنا بھی ممکن نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے.........

قرآن کے سائے میں............

قرآنی شریعت کے ذریعہ.........

اور اسلامی نظام زندگی کے مطابق...........

اس زندہ و تابندہ معاشرے کو عالم وجود میں لا کھڑا کر دیا۔

وائے ناکامی! پھر اس کے بعد کیا ہوا۔ اس کے بعد یہ تباہ کن شکست اور تاریخی واقعہ

عالم ظہور میں آیا۔ اسلام کو مقام قیادت سے ہٹا دیا گیا تا کہ جاہلیت ایک بار پھر اپنی مختلف شکلوں میں دندناتی پھرے۔ جیسا کہ آج وہ مادیت کے روپ میں ہمارے سامنے ہے۔ اور انسانیت ہے کہ اس پر فریفتہ ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی مثال بعینہٖ اسی طرح ہے جیسے بچے زرق و برق لباس اور قیمتی رنگا رنگ کھلونوں کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں۔

بدقسمتی سے اس وقت ہمارے درمیان ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو انسانیت کا دشمن ہے۔ اور اسے صریح دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ طبقہ اسلامی نظام زندگی کو ایک ہاتھ میں اور انسان کی مادی ترقیوں کو دوسرے ہاتھ میں رکھ کر دنیا کو کچھ اس رنگ میں دعوت دیتا ہے کہ ''ان دو چیزوں میں سے تم کسی ایک کو اختیار کر لو یا تو اسلامی نظام زندگی اختیار کر لو اور مادی میدان میں انسان نے جو ترقیاں کی ہیں ان سے دست بردار ہو جاؤ اور یا انسان کی علمی ترقیوں کے پھل چن لو اور اسلامی نظام زندگی کو ترک کر دو''۔ یہ نہایت ہی مذموم دھوکہ ہے اور خباثت سے پر سازش ہے جو اسلام اور پوری انسانیت کے خلاف کی جا رہی ہے کیونکہ مسئلہ کی حقیقی صورت یہ ہرگز نہیں ہے۔ اسلامی نظام زندگی، انسانی ترقیوں کا مخالف نہیں ہے، وہ تو ان ترقیوں کا موجد ہے اور ان کے لئے ترقی وافادیت کی ایک صحیح سمت مقرر کرتا ہے اور مادی ترقیوں کو صحیح رخ پر ڈال دیتا ہے تا کہ انسان خلافت فی الارض کے منصب کو خوش اسلوبی سے سنبھال سکے۔ خلافت الٰہی کا یہ منصبِ عظیم انسان کو خود اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے اور اسی منصب کی وجہ سے انسان کی قدر و منزلت میں دوسری مخلوق کے مقابلے میں اضافہ ہوا ہے۔ اس منصب کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ خاص قوتیں بھی عطاء کیں جو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے ضروری تھیں۔ اور انسان کے لئے تکوینی قوانین کو سہل کر دیا گیا تا کہ وہ ان فرائض کی ادائیگی کیلئے کائنات میں زندہ رہے، کام کرے اور نئی نئی چیزیں دریافت کرے۔ لیکن اس کی ہر ایجاد اللہ کی عبادت اور بندگی ہو اور اللہ تعالیٰ کے عظیم انعامات و اکرامات پر شکر گذاری کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہو۔ اور یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی شرطِ خلافت کے دائرے کے اندر رہ کر کیا جائے اور انسان کی ہر حرکت

اوراس کا ہر عمل رضائے الٰہی کے دائرے کے اندر محدود ہو۔

جو لوگ اسلامی نظام حیات کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھتے ہیں اور انسانی ترقیوں کو دوسرے میں وہ دراصل بدنیت اور شریر ہیں۔ وہ اس حیران اور درماندہ انسانیت کے لئے گھات میں بیٹھے ہیں اور جب بھی وہ اس حیرانی و پریشانی اور گمراہی وضلالت سے نکلنے کا ارادہ کرتی ہے اور ناصح مشفق کی میٹھی آواز پر کان دھرتی ہے اور اس پر آمادہ ہوتی ہے کہ اس حیرانی اور ہلاکت سے نکل آئے اور اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پر امن زندگی بسر کرے تو گھات میں چھپے ہوئے یہ دشمن اسے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک گروہ ایسا بھی ہے کہ اس میں خلوص دل کی کمی تو نہیں لیکن وہ معاملے کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں سکا۔ اس کی نظر گہری نہیں ہے۔ طبعی انکشافات اور مادی ترقیوں کی چمک دمک نے اس کی نظروں کو چندھیا دیا ہے اور مادی دنیا میں انسان کی عظیم اور بے مثال کامیابیوں سے وہ مرعوب ہے۔ یہ تحیر اور مرعوبیت ان کے شعور کا جزو بن جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ طبعی قوانین اور ایمانی اقدار کے درمیان فرق کرتا ہے۔ اس کے نزدیک انسان کی عملی زندگی میں اور اس کائنات میں، ان اقدار کا جو اثر ہوتا ہے وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے۔ اس گروہ نے طبعی قوانین کے لئے ایک علیحدہ میدان کار تجویز کر رکھا ہے اور ایمانی اقدار کے لئے علیحدہ۔ اس کا خیال ہے کہ طبعی قوانین ایمانی اقدار سے متاثر ہوئے بغیر بھی اپنا کام برابر کرتے رہتے ہیں اور اپنے مخصوص نتائج پیدا کرتے چلے جاتے ہیں اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ لوگ مومن ہیں یا کافر۔ اسلامی نظام زندگی کے متبع ہیں یا مخالف۔ اپنی زندگی کے تنازعات میں اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرتے ہیں یا لوگوں کی خواہشات کے مطابق۔

بعض اوقات ہمیں ایسے مظاہرے سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو قوانین قدرت کے درمیان اس تفریق کے بارے میں ہمارے لئے باعث فریب ہوتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایمانی قدروں کی مخالفت کرتے ہوئے بھی طبعی قوانین کی پیروی کامیابی کی ضمانت دے رہی ہے۔ اس

میں شک نہیں کہ شروع شروع میں اس تفریق کے نتائج سامنے نہیں آتے لیکن آخر کار وہ لازماً ظاہر ہو کے رہتے ہیں۔ یہ صورت حال خود اسلامی معاشرے کو بھی پیش آئی۔ ایمانی قدروں اور طبعی قوانین کے نقطہ ارتقاء سے اسلامی معاشرے کی ترقی شروع ہوئی اور جس نقطے سے ان دونوں کے درمیان افتراق ہوا' اسی سے اسلامی معاشرے کا زوال شروع ہو گیا۔ آج تک جوں جوں ان کے درمیان خلیج وسیع تر ہوتی جاتی ہے اسلامی معاشرہ اسی نسبت سے زیادہ زوال پذیر ہو رہا ہے اور اس کا یہ زوال اب اس درجے تک آ پہنچا ہے کہ مسلمانوں نے بیک وقت اسلامی قدروں اور طبعی قوانین و مادی ترقیات سب کو کھو دیا ہے۔

اس کے بالمقابل آج مغربی تہذیب قائم ہے اور اسکی مثال یوں ہے جیسا کہ ایک پرندہ صرف ایک مضبوط پر کے بل بوتے پر اڑنا چاہتا ہے اور فضا میں معلق ہو کر پھڑ پھڑا رہا ہے اور اس کا دوسرا پر شل ہو کر لٹک رہا ہے۔ یہ تہذیب مادی ایجادات کے میدان میں جس قدر بلند مقام تک جا پہنچی ہے انسانی قدروں کے لحاظ سے اسی قدر پستیوں میں جا گری ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تہذیب مغرب کے فرزند اس قدر جاں گسل قلق و بے چینی اور اس قدر اعصابی و نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو گئے ہیں جس سے مغربی دنیا کے اہل دانش چیخ اٹھے ہیں۔ لیکن اے کاش کہ یہ بدنصیب اسلامی نظام زندگی کی طرف نہیں لوٹتے۔ حالانکہ صورت حال کا صحیح علاج و مداوا صرف وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے جو شریعت بھیجی ہے وہ اس کائنات کے لئے اللہ کے کلی قانون کا ایک حصہ اور جز ہے۔ لہٰذا اس دنیا میں اس شریعت کو نافذ کرنے کا لازمی اور مثبت اثر یہ ہوگا کہ اس پوری کائنات کی روش اور لوگوں کے طرز عمل کے درمیان ایک حسین ہم آہنگی پیدا ہو جائیگی۔

نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑ اس باغ میں گُل چیں
تیری قسمت کو رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

اقبال کا خواب کب تعبیر پائے گا؟

......رانا اعجاز حسین

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو متحد و مستحکم دیکھنا چاہتے تھے اور ان میں ایسی تحریک بیداری پیدا کرنا چاہتے تھے کہ جس سے یہ انگریز کی غلامی کا طوق گلے سے اتار پھینکیں۔ شاعرِ مشرق نے 21 مارچ 1932ء کو لاہور میں منعقدہ آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس میں اپنے خطبے میں کہا ''تم دنیا میں سب سے زیادہ قابلِ فخر تہذیب کے مالک ہو۔ تمہارے پاس دنیا کا بہترین نظامِ حیات اسلام کی شکل میں موجود ہے' تم دوسروں کی تقلید کے لیے نہیں بلکہ امامت اور رہنمائی کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔''

اس سلسلے میں اقبال کا یہ شعر تو ضرب المثل کی طرح مشہور ہے کہ

اپنی ملت کا قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

بلا شبہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ذات میں انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے تاریخ کا رخ موڑنے کا فن جانتے ہیں۔ ان کی قابلیت' ذہانت اور محنت سے دنیا میں نہ صرف خوشحالی' ترقی اور امن کو فروغ ملتا ہے بلکہ یہ لوگ تمام دنیا کے انسانوں کا مسیحا سمجھے جاتے ہیں۔ شاعر مشرق حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کا شمار ایسی ہی عظیم اور عہد ساز شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی لازوال شاعری اور دانشمندانہ اقوال کے ذریعے نہ صرف انسانیت کو اس کی حقیقت و اہمیت سے آگاہ کیا بلکہ خصوصی طور پر مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگا کر دنیا میں عزت و وقار کے ساتھ جینے کا حوصلہ و شعور عطا کیا۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ اپنے عہد کی سیاسی تحریکوں کو ان کے صحیح پس منظر میں سمجھتے

تھے۔ سیاست درحقیقت ان کی زندگی کا ایک اہم اور روشن باب ہے جس کی بدولت انہوں نے قیام پاکستان سے سترہ برس پیشتر ہی اپنی بصیرت سے مستقبل کے دھندلے نقوش میں ایک آزاد اسلامی مملکت کا نقشہ ابھرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ صرف شاعر، ادیب اور سیاست دان ہی نہیں بلکہ وہ دینِ مصطفوی ﷺ کے داعی تھے۔ مسلم نوجوانوں کے لیے ان کا پیغام تھا کہ

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے

اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفویؐ ہے

آپ نے مسلمانوں کے جذبے اور عقیدے کو ابھارنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اور توحید، رسالت، عشقِ رسول ﷺ، فکرِ آخرت، اتباعِ رسولؐ، محبت اسلاف اور عظمت رفتہ کی یاد دلا کر قوم کے اندر ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ کا یہ لازوال شعر آپ کے اس جذبے کا عکاس ہے کہ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

دورِ مادیت اور مغربی تہذیب و تمدن کی ظاہری چمک و دمک سے اقبال کی آنکھیں خیرہ نہ ہو سکیں، حالانکہ اقبال نے جلوہ دانش فرنگ میں زندگی کے طویل ایام گزارے اس کی وجہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اقبال کی والہانہ محبت، جذبہ عشق اور روحانی وابستگی تھی۔ جب سارا عالم خواب غفلت میں پڑا سوتا رہتا اس اخیر شب میں اقبال کا اٹھنا اور اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا، پھر گڑگڑانا اور رونا، یہی وہ چیز تھی جو اس کی روح کو ایک نئی نشاط، اس کے قلب کو ایک نئی روشنی اور ایک نئی فکر کی غذا عطا کرتی، پھر وہ ہر دن اپنے دوستوں اور پڑھنے والوں کے سامنے ایک نیا شعر پیش کرتے، جو انسانوں کو ایک نئی قوت، ایک نئی روشنی اور ایک نئی زندگی کی راہ دکھاتا اور مسلمانوں کو ایک اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے، محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور ان سے محبت کرنے اور قرآن پاک کو مضبوطی سے پکڑ کر زندگی کو اس کے مطابق اپنانے کی ضرورت پر زور دیتا۔

اپنی پوری زندگی قرآن مجید میں غور و فکر اور تدبر و تفکر کرتے گزاری‘ قرآن مجید پڑھتے‘ قرآن مجید سوچتے‘ قرآن مجید ان کی وہ محبوب کتاب تھی جس سے انہیں نئے نئے علوم کا انکشاف ہوتا‘ اس سے انہیں ایک نیا یقین اور ایک نئی قوت و توانائی حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اقبال کی محبت‘ شغف اور اخلاص انتہا درجے کا تھا۔ ان کے نزدیک اسلام ہی ایک ایسا دین ہے کہ اس کے بغیر انسانیت فلاح و سعادت کے بامِ عروج تک پہنچ ہی نہیں سکتی اور نبی کریم ﷺ رشد و ہدایت کے آخری مینار ہیں۔ آپ فرقہ واریت‘ ظلم و جبر‘ استحصال‘ بے انصافی‘ اقربا پروری‘ ذات پات اور جھوٹ اور منافقت کے سخت خلاف تھے جبکہ آپ ہر انسان کو آزاد‘ خوشحال اور تحفظ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کا یہ شعر دنیا کے ہر انقلاب پسند انسان کا لہو گرما دینے کے لیے کافی ہے کہ۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو
جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

نوجوانوں کو شاہین کا نام دے کر اقبالؒ جہاں اس میں رفعت خیال‘ جذبہ عمل‘ وسعت نظری اور جرأت رندانہ پیدا کرنا چاہتے تھے وہیں جہان فکر و عمل میں اپنی دنیا پیدا کرنے کی تلقین کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ محمد اقبالؒ کو اپنے بیگانے سب نے خراج تحسین پیش کیا مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارے اسلاف نے پاکستان حاصل کر کے قائد و اقبال کے خواب اور جدوجہد کو تو پورا کر دیا‘ مگر ان کے فلسفے کے مطابق پاکستان کی تعبیر کے بعد تکمیل کے مراحل ابھی تک ہماری کوتاہ نظری کا شکار ہیں‘ کیونکہ ہم نے پاکستان کی حقیقی اساس پر اس طرح کام نہیں کیا‘ جس کا خواب اقبال نے دیکھا تھا۔ وہ مسلمانانِ پاک و ہند کے لئے ایک ایسی اسلامی‘ فلاحی ریاست کا قیام چاہتے تھے جس میں مسلمان عین اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں۔ ایسی ریاست کا خواب کہ جس کو اقوام عالم میں ایک اسلامی ریاست کے طور پر جانا جائے‘ جس میں عدل و انصاف‘ تہذیب و تمدن‘ معاشرتی قدریں اور اسلام کی عملی تصویر پیش کی جا سکے۔

ہماری دیگر تصانیف

نام کتاب	مصنف	قیمت
کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	50روپے
کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	250روپے
جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)	چودھری رحمت علی	50روپے
خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)	چودھری رحمت علی	50روپے
اسلام پر کیا گزری؟	چودھری رحمت علی	15روپے
شہادت علی الناس۔ہمارا فرضِ منصبی	چودھری رحمت علی	20روپے
خلافت راشدہ	پروفیسر عبدالجبار شاکر	15روپے
عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام	چودھری رحمت علی	20روپے
قرار دِ مقاصد میں وائرس	مہندس محمد اکرم خان سوری	125روپے
انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت	ڈاکٹر نجم الدین	50روپے
الہ العالمین اور انسان	ڈاکٹر نجم الدین	250روپے

نوٹ:۔پورا سیٹ -/800روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارُالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔فون 8425428 - 0300

Cell: 0300 - 8425428
Phone: 042 - 35187003
Fax: 042 - 35187003

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: www.azmateislam.com
Email: khalafat@hotmail.com

داعیٔ حق کی ذمہ داری

جہاں تک ایک داعیٔ حق کا تعلق ہے وہ اس مسئلہ پر بالکل غور نہیں کرتا' اور نہ اسے غور کرنا چاہیے کہ لوگ اس کی دعوت پر کان دھریں گے یا نہیں اور نہ اس فکر میں وہ سر کھپاتا اور نہ اس کو سر کھپانا چاہیے کہ زمانہ اس کی دعوت کیلئے سازگار ہے یا ناسازگار۔ وہ لوگوں کے ردوقبول' اپنی کوششوں کی کامیابی اور ناکامی اور دعوتِ حق کے انجام کے متعلق ایک بار یہ فیصلہ کر کے کہ اس امر کا تعلق اس کی ذات سے نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے' بالکل مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اس بات پر غور کرتا ہے کہ خود اس کا اپنا فرض کیا ہے اور جب یہ طے کر لیتا ہے کہ وہ اس مقصد کی دعوت دے جس کو وہ حق یقین کر رہا ہے اور جو اس کے خیال میں تمام دنیا کیلئے یکساں مفید ہے' تو یہ طے کر چکنے کے بعد وہ اس تردد میں نہیں پڑتا کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کرنے کے بارہ میں اپنا فرض پورا کریں گے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ اس دعوت کو دنیا میں برپا کرے گا یا نہیں۔

جہاں تک لوگوں کے ردوقبول کا تعلق ہے وہ اس کی دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں' دونوں صورتوں میں اس کی اپنی ذمہ داری بدستور قائم رہتی ہے۔ اگر وہ قبول کریں گے تو ان کیلئے دنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کی راہیں کھلیں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ادائے فرض و دعوت کا اجر و ثواب حاصل کرے گا' اور اگر نہ قبول کریں گے تو اس کے ذریعہ سے لوگوں پر اللہ کی حجت پوری ہو گی اور داعی اللہ کے ہاں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش قرار دیا جائے گا کہ اس کا جو فرض تھا اس نے پورا کر دیا۔

مولانا امین احسن اصلاحی

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارُالسّلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584